37

بڑھنے اور ترقی کرنے کے لئے تبلیغ نہایت ضروری چیز ہے

(فرمودہ 17 اکتوبر 1947ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''زندہ چیز ہمیشہ بڑھتی ہے اور بے جان چیز اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے اور مُردہ چیز گھٹنی شروع ہو جاتی ہے۔ حیوان بڑھتا ہے، درخت بڑھتا ہے، پتھر اور لوہا اپنی شکل پر قائم رہتا ہے۔ اور بے جان حیوان، مُردہ حیوان اور مُردہ نباتات یہ چیزیں گھٹنی شروع ہو جاتی ہیں۔ جانور کا جسم تحلیل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور آخر اس کی ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ ایک بڑے سے بڑا پہلوان مرنے کے بعد اور تحلیل کا زمانہ آ جانے کے بعد صرف ایک مُشتِ خاک رہ جاتا ہے یا چند سیر ہڈیاں اس کی باقی رہ جاتی ہے۔ بڑے بڑے درختوں کے پتے سوکھ کر چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ اتنے چھوٹے کہ وہ پتے جو سارے درخت کو ڈھانپے ہوئے ہوتے ہیں سوکھ کر ایک چھوٹے سے بکس میں آ جاتے ہیں۔ غرض زندگی کی علامت ہے بڑھنا۔ بے جان ہونے کی علامت ہے اپنی جگہ پر کھڑے ہو جانا۔ اور بیجان سے مراد وہ چیز ہے جس میں جان پڑی ہی نہیں ہوتی اور مرنے والی چیز وہ ہے جس میں پہلے جان ہوتی ہے۔ غرض ہر وہ چیز جس میں پہلے جان نہیں ہوتی اور اس لحاظ سے وہ بے جان ہوتی ہے اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ اور وہ چیز جس میں پہلے جان ہوتی ہے اور پھر نہیں رہتی وہ گھٹنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مگر جس طرح لوگوں کو موت یاد نہیں رہتی اسی طرح انہیں یہ قانون بھی بُھولا رہتا ہے۔ ہر قدم پر کمزور افراد اور کمزور قومیں ٹھہرنا چاہتی ہیں۔ وہ ذرا سا چل کر سانس لینا

چاہتی ہیں اور خواہش رکھتی ہیں کہ انہیں آرام کرنے اور سستانے کا موقع مل جائے۔ حالانکہ اس دنیا میں سانس لینے کا کوئی موقع ہی نہیں جو ٹھہرے گا وہ گرے گا۔ جو شخص زندگی کی حرکات کو روک دے گا وہ مرے گا۔ اور جو مرے گا وہ سڑے گا۔

پس ہماری جماعت کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ انفرادی اعمال ہوں یا قومی اعمال ان میں ہمیشہ آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہاں تک کہ ہر انسان کا عمل اس کے پہلے عمل سے بہتر ہو۔ اگر کسی شخص کی نماز میں کمزوری پائی جاتی ہے تو اسے دوسرے دن اپنی نماز کو بہتر بنانا چاہیئے اور تیسرے دن اس کو اَور زیادہ بہتر بنانا چاہیئے۔ اگر کسی کو دین کی خدمت کا موقع ملے تو اسے کوشش کرنی چاہیئے کہ دوسرے دن اسے اَور زیادہ خدمت کا موقع ملے۔ اور تیسرے دن اَور زیادہ خدمت کرے۔ اگر کسی شخص کو بنی نوع انسان کی خدمت کا موقع ملا ہے تو اسے کوشش کرنی چاہیئے کہ دوسرے دن وہ اَور زیادہ خدمت کرے اور تیسرے دن پہلے دو دنوں سے بھی زیادہ بنی نوع انسان کی خدمت کرے۔ اگر وہ اس حرکت کو قائم نہیں رکھے گا تو مرے گا اور جو مرے گا وہ سڑے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ اپنی حالت کو قائم رکھ سکے۔ اِسی طرح قومی زندگی اور اخلاقی زندگی کا حال ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اخلاق کو بڑھاتا رہے۔ ورنہ اس میں وحشت اور درندگی پیدا ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کی محبت کا بھی یہی حال ہے۔ اگر وہ اس محبت کو نہیں بڑھائے گا تو خدا تعالیٰ کے سارے نشانات، خدا تعالیٰ کی ساری مہربانیاں اور خدا تعالیٰ کے سارے سلوک دیکھنے کے باوجود اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا نہیں ہوگی۔ وہ خدا کا نام بھی لے گا۔ اور اگر وہ نماز پڑھنے والا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [1] بھی کہے گا جس کے معنی یہ ہیں کہ ساری تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھ پر بھی احسان کئے، میرے باپ دادا پر بھی احسان کئے، ان کے باپ دادا پر بھی احسان کئے۔ اسی طرح میرے رشتہ داروں، میرے عزیزوں اور میرے اہلِ ملک پر احسان کئے۔ بلکہ آدمؑ سے لے کر اب تک دنیا کے ہر انسان پر خواہ وہ کسی حصۂ زمین میں رہنے والا تھا وہ احسانات کرتا چلا آیا ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ زبان سے یہی کچھ کہتا ہوگا اُس کے دل میں احسان مندی کا اتنا جذبہ بھی پیدا نہیں ہوگا جتنا ایک پیسہ کی مُولیاں دینے والے کے متعلق انسانی قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ آخر تم میں سے کون شخص ایسا ہے جسے کبھی نہ کبھی کوئی تحفہ

نہ ملا ہو۔ کبھی تمہارے بھائی بند گھر میں کھچڑی پکاتے ہیں تو تحفہ کے طور پر کچھ کھچڑی تمہیں بھی بھیج دیتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں آج ماش کی روٹی پکائی تھی جو تحفہ کے طور پر بھجوائی جا رہی ہے۔ آج بیسن کی روٹی پکائی تھی جو بھیجی جا رہی ہے۔ یا ہم باہر گئے تھے وہاں سے کچھ ترکاری لائے ہیں ایک گوبھی کا پھول آپ کو بھی بھیجا جا رہا ہے۔ یا ایک سیر مُولیاں یا گاجریں بھیجی جا رہی ہیں۔ کبھی اَور کچھ نہیں ملتا تو پانچ سات گنڈیریاں ہی بھیج دی جاتی ہیں کہ یہ بچوں کے لئے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی تمہیں ملتی ہے تو تم غور کرو تمہارے اندر کوئی تغیر ہوتا ہے یا نہیں؟ جب دو چار سنگترے یا دو چار مالٹے یا پانچ دس گنڈیریاں یا سیر بھر مٹر یا دو سیر آلو یا گوبھی کے ایک دو پھول کوئی شخص تمہیں دیتا ہے تو تمہارے دل میں تحفہ دینے والے کے متعلق محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ جذبۂ احسان مندی بھی پیدا ہوتا ہے، شکریہ کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے، خوشی کی ایک لہر بھی تمہارے اندر دَوڑ جاتی ہے اور تم ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز کی قدر بھی اپنے دل میں محسوس کرتے ہو۔ اب تم یہ بھی سوچو کہ جب تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہو تو کیا اُس وقت بھی یہی جذبات تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں؟ وہ جذبہ جو دو چار مالٹوں، پانچ دس سنگتروں، تین چار چقندروں، سیر بھر مُولیوں یا دو سیر گاجروں سے تمہارے اندر پیدا ہوتا ہے وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے وقت تمہارے اندر پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ تم ان الفاظ کے ذریعہ یہ کہہ رہے ہوتے ہو کہ خدایا! مَیں اقرار کرتا ہوں کہ تیرے مجھ پر بہت بڑے احسانات ہیں۔ اور نہ صرف مجھ پر بلکہ میرے باپ دادا پر، میرے رشتہ داروں اور عزیزوں پر، میرے اہلِ ملک پر بلکہ دنیا کے ذرہ ذرہ پر تیرے احسانات ہیں۔ پھر اگر تمہیں کسی جگہ پھوڑا نکلتا ہے اور تمہیں ڈر ہوتا ہے کہ اگر یہ پھوڑا بڑھ گیا تو تم مہینہ بھر کام کے قابل نہیں رہو گے۔ تو اُس وقت تم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہو جو تمہارا محبت اور پیار سے علاج کرتا ہے۔ بعض دفعہ اس لئے کہ وہ فرض شناس ہوتا ہے اور بعض دفعہ اِس لئے کہ تمہارے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہوتا ہے۔ جب پندرہ بیس دن کے علاج کے بعد تمہارا پھوڑا اچھا ہو جاتا ہے تو تمہارے دل میں شکر و امتنان کا کوئی جذبہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ تمہارے دل میں کوئی حرکت پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ تمہارے جذبات میں کوئی ہیجان پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کبھی تم نے سوچا کہ پندرہ دن کے علاج کے ذریعہ تمہارے ہاتھ کو ناکارہ ہونے سے بچانے والے ڈاکٹر

کے متعلق تو شکر و امتنان کے جذبات تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ مگر جب تم نماز میں کھڑے ہو کر یہ کہتے ہو کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم اقرار کرتے ہو کہ تمہیں ہاتھ بھی خدا نے دیئے، تمہیں پاؤں بھی خدا نے دیئے، تمہیں ناک بھی خدا نے دیا، تمہیں کان بھی خدا نے دیئے، تمہیں آنکھیں بھی خدا نے دیں، تمہیں زبان بھی خدا نے دی تو اُس خدا کے متعلق تمہارے دل میں کیا احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ تم خدا تعالیٰ کی عطا کردہ بیسیوں چیزوں میں سے صرف ایک کو پندرہ دن کے علاج کے ذریعہ بچانے والے ڈاکٹر کے متعلق جو احساس رکھتے ہو کیا وہ احساس یہ ساری چیزیں دینے والے خدا کے متعلق کبھی تمہارے دلوں میں پیدا ہوا؟ اگر نہیں ہوتا تو اِس کے صاف معنی یہ ہیں کہ تمہارے دلوں پر زنگ لگ چکا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو تسلیم کرتے ہو مگر اُس کا شکر یہ ادا نہیں کرتے۔ تم منہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے ہو مگر تمہارے دل اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہیں کہتے۔ تمہارے دماغ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہیں کہتے۔ اور یہ نتیجہ ہے اِس بات کا کہ زندہ ایمان ختم ہو گیا۔ اور تم پر یا تو جمود طاری ہو گیا ہے اور یا تم پر موت وارد ہو گئی ہے۔ جمود طاری ہونے کی وجہ سے تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو گے۔ اور موت طاری ہونے کی وجہ سے تم میں تحلیل شروع ہو جائے گی۔

اِسی طرح علم کا حال ہے۔ علم پڑھانے والا انسان جو روزانہ اپنے علم کو استعمال کرتا ہے اُس کا اَور حال ہوتا ہے۔ اور جو شخص پانچ سات سال تک دوسروں کو پڑھانے سے محروم رہے اُس کا علم بعض دفعہ اتنا بھی نہیں رہتا جتنا اُس کے شاگردوں کو ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے اُس کا علم ٹھہر ا رہا اور پھر اس پر موت وارد ہو گئی۔

یہی حال جماعتی نظام کا بھی ہوتا ہے۔ اگر کوئی جماعت اپنے نظام میں زیادہ سے زیادہ نہیں بڑھتی تو آخر اُس پر جمود طاری ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ اس بڑھنے اور ترقی کرنے کے سلسلہ میں تبلیغ ایک ایسی چیز ہے جو بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے کہا ہے کہ سارے مسلمانوں کو تبلیغ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ 2۔ تم سب سے بہتر اُمت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ اور اِس خیرِ امت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہو، امر بالمعروف کرتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو۔ گویا مسلمانوں کے سب سے اچھے ہونے کے معنی یہی ہیں کہ وہ سب دنیا کو

تبلیغ کرتے ہیں، اچھی باتوں کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور بری باتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ یعنی ان باتوں کی تعلیم دیتے ہیں جو قرآنی نقطہ نگاہ سے پسندیدہ ہیں اور اُن باتوں سے روکتے ہیں جو قرآنی نقطہ نگاہ سے ناپسندیدہ ہیں۔ یہ تین چیزیں ہیں جو ہمیں خیرِ اُمّت بناتی ہیں۔ مگر ہم شرطی جملہ میں سے صرف ایک بات لے لیتے ہیں اور دوسرے کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ ہم جزا کو لے لیتے ہیں اور شرائط کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ہماری حالت بالکل اُس شخص کی سی ہے جسے کہا تو یہ جاتا ہے کہ کام کرو تو تمہیں مزدوری ملے گی۔ مگر وہ کام کرتا نہیں اور مزدوری کا مطالبہ شروع کر دیتا ہے۔ ہم بھی اپنے آپ کو خیرِ اُمّت کہتے ہیں مگر تین باتیں جو قرآن کریم نے بتائی ہیں اُن پر عمل نہیں کرتے۔ گویا ہماری مثال اُس بے وقوف نوجوان کی سی ہے جس کا باپ مر گیا تو اُسے اور اُس کی ماں کو فاقے آنے شروع ہو گئے۔ ایک دن اُس کی ماں نے اسے کہا کہ بیٹا! باہر جاؤ اور کماؤ یہ حالت آخر کب تک رہے گی۔ جب وہ تیار ہو کر باہر جانے لگا تو ماں نے اسے کہا دیکھنا بیٹا! اپنی ساری تنخواہ مجھے بھیج دینا۔ اس نے کہا اگر مَیں ساری تنخواہ بھیج دوں گا تو خود کیا کروں گا؟ ماں نے کہا ملازمین کو وقتاً فوقتاً انعامات بھی ملا کرتے ہیں تم ان انعاموں کی رقوم سے گزارہ کر لیا کرنا۔ اس نے کہا مجھے کیا معلوم کہ انعام کس طرح ملا کرتا ہے؟ ماں نے کہا اگر اچھی طرح کام کرو گے تو تمہیں ضرور انعام ملے گا۔ اور اگر نہ ملے تو جب تم دیکھو کہ تمہارا آقا خوش ہے تو اُس وقت اُس سے خود بھی انعام مانگ لیا کرنا۔ بیٹے نے کہا مجھے یہ کس طرح پتہ لگے گا کہ اس وقت میرا آقا خوش ہے؟ ماں نے کہا جب آقا کسی بات پر ہنس پڑے تو تم سمجھ لینا کہ وہ خوش ہے۔ یہ تعلیم لے کر وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا اور کہیں جا کر ملازم ہو گیا۔ ایک دفعہ اس کا آقا کسی سفر کے لئے گیا تو اس لڑکے کو بھی اس نے اپنے ساتھ لے لیا۔ راستہ میں ایک جگہ ٹھہرے تو رات کو کچھ دیر جاگنے کے بعد آقا نے کہا کہ دیا گُل کر دو کیونکہ روشنی میں مجھے نیند نہیں آتی۔ لڑکے نے کہا حضور! آپ کو روشنی میں نیند نہیں آتی اور مجھے اندھیرے میں نیند نہیں آتی۔ آپ اپنے سر پر لحاف ڈال لیں تو دونوں کا کام بن جائے گا۔ آپ کے لئے اندھیرا ہو جائے گا اور میرے لئے روشنی رہے گی۔ ایک لڑکے کی زبان سے یہ جواب سُن کر آقا نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور سر پر لحاف ڈال کر لیٹ رہا۔ تھوڑی دیر گزری تو بارش شروع ہو گئی۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے یہ پتہ لگانا چاہا کہ بارش ابھی تک برس رہی ہے یا تھم چکی

ہے۔ کیونکہ صبح اس نے سفر پر جانا تھا۔ چنانچہ اس نے لڑکے سے کہا۔ ذرا دیکھنا تو سہی بارش ہو رہی ہے یا رک گئی ہے؟ لڑکے نے کہا حضور! بارش ہو رہی ہے۔ آقا نے کہا تمہیں کس طرح پتہ لگا؟ اس نے کہا ابھی ایک بلی میرے سرہانے کے پاس سے گزری تھی۔ مَیں نے اسے ہاتھ لگایا تو وہ گیلی تھی جس سے مَیں سمجھتا ہوں کہ بارش ہو رہی ہے۔ پھر آقا نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے ذرا اٹھ کر دروازہ بند کر دو۔ لڑکے نے جواب دیا حضور! دو کام مَیں نے کئے تھے اب ایک کام آپ کر لیں۔ آقا یہ جواب سن کر ہنس پڑا۔ اِس پر وہ جھٹ کھڑا ہو گیا اور آقا سے کہنے لگا حضور! مجھے انعام دیجئے کیونکہ میری ماں نے کہا تھا کہ جب آقا خوش ہو تو اُس سے انعام مانگ لیا کرنا۔

یہ کہانی کتنی ہی دفعہ ہماری مجلس میں سنائی گئی ہوگی۔ مَیں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ کہانی سنی۔ لیکن ہم بار بار یہ کہانی سننے کے باوجود پھر بھی اس لڑکے کی حماقت پر ہنس پڑتے ہیں۔ مگر کیا یہی حال ہمارا نہیں؟ کیا قرآن کریم نے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ 3 میں یہ صراحت نہیں کی کہ تم خیرِ اُمّت تب ہو جب یہ تین چیزیں تمہارے اندر پائی جائیں؟ مگر ہم تبلیغِ اسلام کرتے نہیں۔ اور ہم لوگوں کو نیک باتوں کی تلقین نہیں کرتے۔ اور ہم انہیں بری باتوں سے روکتے نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمانِ کامل کا ثبوت نہیں دیتے۔ لیکن جب کوئی ہم سے پوچھے تو ہم بڑے جوش سے کہتے ہیں کہ ہم خیرِ اُمّت ہیں۔ حالانکہ جس کام کے صلہ میں ہمیں خیرِ اُمّت کہا گیا تھا وہ کام ہم کرتے نہیں۔ قرآن کریم نے ہم کو صراحتاً بتایا تھا کہ ہماری طرف سے تم کو یہ مزدوری یا یہ انعام اس لئے ملے گا اور تم اس لئے دوسری قوموں سے بہتر قرار دیئے جاؤ گے کہ تم تین کام کرو گے۔ مگر ہم نتیجہ اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں اور شرط کو بھول جاتے ہیں۔

پس ہماری جماعت کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے تبلیغ کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنی چاہیئے اور تبلیغ ایسی ہونی چاہیئے جو اندرونی بھی ہو اور بیرونی بھی۔ تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کو اچھی باتوں کی نصیحت کرے اور بُری باتوں سے روکے۔ تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اگر تمہارا قریبی ہمسایہ یا تمہارا دُور کا ہمسایہ اسلام میں داخل نہیں تو اس کے سامنے اسلام

پیش کرے۔ پھر صرف ہمسایوں پر ہی بس نہیں اپنے تمام دوستوں اور عزیزوں اور رشتہ داروں تک اسلام کا پیغام پہنچاؤ۔ اپنے اہلِ ملک کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرو۔ اور کوشش کرو کہ دنیا کے ہر فرد تک تم اسلام کا پیغام پہنچا دو۔ اگر مسلمان اس نصیحت پر عمل کرتے تو آج نہ کوئی سکھ نظر آتا نہ ہندو۔ نہ فساد ہوتے نہ لڑائیاں۔ نہ ہندوستان کی تقسیم ہوتی اور نہ یہ جھگڑے پیدا ہوتے۔ بلکہ سارا ہندوستان ہی پاکستان بنا ہوا ہوتا۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اب تک اس کا خیال نہیں آیا مگر اب جو مسلمانوں پر اتنا وبال آیا ہے کیا اس کے دیکھنے کے بعد بھی ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ خدا تعالیٰ نے خیرِ اُمّت کے لئے تین شرطیں بیان کی ہیں۔ جب یہ تین شرطیں ہم پوری کر لیں گے تب ہی خیرِ اُمّت کہلائیں گے ورنہ نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ 4 ۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ اچھی چیزیں چھپا لیتے ہیں اور بُری چیزیں دے دیتے ہیں۔ اُس بخیل آقا کی طرح جس کے پاس پھل آتا ہے تو وہ سڑا ہوا اور ردّی پھل چُن کر اپنے نوکر کو بلاتا اور اُسے پچکار کر کہتا ہے کہ تم یہ پھل کھا لو۔ اور سمجھتا ہے کہ اس نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماردی ہے۔ حالانکہ اصل بات صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ پھل اس نے پاخانہ میں نہ پھینکا اپنے نوکر کو دے دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہیں اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مقام کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک تم خدا تعالیٰ کے لئے وہ چیز خرچ نہ کرو جس سے تم محبت اور پیار رکھتے ہو! دیکھو! یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اچھی چیز کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور بُری چیز کو پھینک دیتا ہے۔ اگر ہم دنیا کی ساری قوموں سے اچھے ہو جائیں تو کیا ہم خیال بھی کر سکتے ہیں کہ ہم تو اپنی اچھی چیزوں کو بچا لیا کرتے ہیں مگر ہمارا خدا نعوذ باللہ اتنا بے وقوف ہے کہ وہ اپنی اچھی سے اچھی چیز کو فنا کر دے گا؟ اگر ہم خیرِ اُمّت ہو جائیں گے تو یقیناً ہمارا خدا ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ کوئی آقا اپنا اچھا مال ضائع نہیں کیا کرتا۔

پس اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور تبلیغ پر زور دو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی نصرت تھوڑوں کو بھی حاصل ہوتی ہے اور بہتوں کو بھی۔ وہ خود فرماتا ہے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ 5۔ کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ جایا کرتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ بھی

قانون ہے کہ جب کوئی جماعت چھوٹی ہو تو اسے اپنی تعداد بڑھانے کے لئے ان لوگوں تک پہنچنا چاہیئے جو اس جماعت میں شامل ہونے سے محروم ہوں۔ اگر قرآن ساری دنیا کے لئے آیا ہے تو پھر قرآن ایک امانت ہے جس میں کچھ میرا حصہ ہے، کچھ میرے سکھ ہمسائے کا ہے، کچھ عیسائی ہمسائے کا ہے، کچھ ہندو ہمسائے کا ہے۔ اگر ہم نے قرآن اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اور ہم محض اس بات پر خوش ہو گئے ہیں کہ ہمارے گھر میں قرآن آ گیا۔ مگر ہم ایک عیسائی، ایک ہندو اور ایک سکھ کا حصہ اسے نہیں دیتے تو ہم خدا تعالیٰ کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے۔ اور کیا ہم ان کا حصہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے غدار اور بددیانت کہلائیںگے یا مومن کہلائیں گے؟ پس اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے اپنے آپ کو سچا مومن بناؤ تا جلد سے جلد وہ امانت ادا ہو سکے جس کا ادا کرنا خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ رکھا ہوا ہے۔ اگر ہم اسلام کا وہ حصہ جو ہندوؤں اور سکھوں اور دوسری تمام غیر اقوام کے لئے آیا ہے اُن تک پہنچا دیں تو پھر ان سے لڑائی کے کوئی معنی ہی نہیں رہ سکتے۔ وہ ہمارے بھائی بن جائیں گے اور نہ صرف ہمارا حق ہم کو دیں گے بلکہ جوشِ محبت اور اخلاص میں اپنا حق بھی ہمیں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

مَیں نے جماعت کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ ہر شخص پندرہ پندرہ دن تبلیغ کے لئے وقف کرے۔ اور میں نے کہا تھا کہ جو لوگ اس فرض کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں وہ بغیر ایک پیسہ لئے اُسی طرح تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں جیسے حضرت مسیحؑ نے اپنے حواریوں کو کہا کہ ''نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے۔ راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کُرتے نہ جُوتیاں نہ لاٹھی۔ کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حقدار ہے۔6'' درحقیقت اس میں تبلیغ کا صحیح راستہ بتایا گیا ہے۔ جو شخص تبلیغ میں بھی امارت کو اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ مبلغ نہیں بلکہ ایک ملنے والا خزانہ ہے۔ مبلغ وہی ہے جو خالی ہاتھ جائے اور اخوت کے جذبات کے ساتھ جائے۔ اگر اس کے پاس کوئی پیسہ نہیں ہوگا تو لازماً اسے روٹی کھانے کے لئے دوسروں کے پاس جانا پڑے گا۔ اور جب وہ کسی دوسرے شخص کے پاس اس غرض کے لئے جانے پر مجبور ہوگا کہ روٹی کھائے تو لازماً ہر غریب سے غریب انسان کے پاس وہ ایک بھائی کے طور پر جائے گا۔ اور ایک بھائی کے طور پر اس سے تعلقات رکھے گا۔ وہ غریب کی دلشکنی نہیں کرے گا۔ وہ اس سے تعلقات رکھنے پر ناک بُھوں

نہیں چڑھائے گا۔ وہ خود بھی خالی ہاتھ ہوگا اور ان لوگوں سے ملنے میں بھی وہ کوئی عار محسوس نہیں کرے گا جو امارت سے تہی دست ہوں۔ پس مال کو گھر میں چھوڑ کر تبلیغ کے لئے نکلنا ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا تبلیغی ذریعہ ہے۔ جب اس کا مال اُس کے گھر میں ہوگا اور دوسری طرف وہ پندرہ دن کے لئے تبلیغ کے لئے باہر جائے گا تب اُس میں اخوت کے وہ جذبات پیدا ہوں گے جو امیر اور غریب کے تفاوت کو بالکل دور کر دیتے ہیں۔ اور ہر دیکھنے والا ایسے شخص کو دیکھ کر یہی کہے گا کہ یہ ہمارا اپنا بھائی ہے جو ہمارے ساتھ مل جُل کر رہتا ہے۔ کوئی الگ چیز نہیں۔ پس میں ایک دفعہ پھر جماعت میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ تمام جماعتیں اپنے اپنے افراد سے تبلیغ کے لئے پندرہ پندرہ دن لیں۔ مگر شرط یہی ہوگی کہ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ تیری جیب میں کوئی پیسہ نہ ہو۔ اِسی طرح ان کی جیب میں کوئی پیسہ نہ ہو۔ وہ جس جگہ تبلیغ کے لئے جائیں اُسی جگہ کے رہنے والوں سے کھانا کھائیں اور انہیں تبلیغ کریں۔ اور اگر کسی گاؤں یا شہر والے کھانا نہ پوچھیں تو حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں وہ شہر ناپاک ہے تُو دوسرے گاؤں میں چلا جا۔ اور اُس شہر سے باہر نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد تک جھاڑ دے۔ 7

یہ ایک نہایت ہی سچا ذریعہ تبلیغ کا ہے اور یہی طریق ہے جس پر عمل کرنے کی وجہ سے آج بھی عیسائیوں میں تبلیغ کا جو جوش پایا جاتا ہے وہ مسلمانوں میں نہیں۔ حالانکہ وہ جھوٹے ہیں اور مسلمانوں کا یہ تفاوت اس لئے ہے کہ مسلمانوں نے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے حکم کو بُھلا دیا۔ لیکن عیسائیوں نے اِسے یاد رکھا اور منظّم طریق پر تبلیغ کی کوشش کرتے رہے۔ بدھوں کا بھی یہی حال تھا۔ سارے ہندوستان میں انہوں نے اپنا جال پھیلا رکھا تھا۔ پھر ہندوؤں نے انہیں اسی طرح مارنا شروع کر دیا جس طرح آج مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو مارا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہندوستان سے چین اور جاپان چلے گئے اور ان ممالک میں بدھ مذہب پھیل گیا۔ اگر عیسائی مذہب دنیا میں پھیل سکتا ہے، اگر بدھ مذہب دنیا میں پھیل سکتا ہے تو اسلام جو کہ بہت سی خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جو تمام مذاہب سے زیادہ عملی اور حسین ہے وہ کیوں پھیل نہیں سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے صحیح ذرائع سے کام لیا جائے۔ اگر تم اسلام کی اشاعت صرف کالجوں اور مدرسوں کے اندر کرو گے تو یہ ایک مذہب نہیں ایک سوسائٹی

ہو گی اور سوسائٹی میں صرف چند آدمی داخل ہوا کرتے ہیں ساری دنیا داخل نہیں ہوا کرتی۔ لیکن اگر تم اپنی تبلیغ کو مذہبی رنگ دے دو تو پھر جوق در جوق تمام دنیا کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگ جائیں گے۔ پس اپنی تبلیغ کو مذہبی رنگ دو۔ اور اسلام کی اشاعت کے لئے فقیرانہ رنگ اختیار کرو۔ پھر دیکھو کہ تمہاری تبلیغ کس سرعت اور تیزی کے ساتھ دنیا میں پھیلتی چلی جاتی ہے۔''

خطبہ ثانیہ میں حضور نے فرمایا:۔

''چونکہ مسجد میں جگہ تنگ ہے اور لوگ زیادہ تعداد میں آئے ہوئے ہیں اس لئے منتظمین کو چاہیئے کہ وہ آئندہ خطبہ کا کسی اَور جگہ انتظام کریں جو موجودہ جگہ سے زیادہ فراخ اور وسیع ہو۔ مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی شکایت ہے کہ وہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے خطبہ سننے کے لئے نہیں آسکتیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جب تک عورتوں کی اصلاح نہ ہو آئندہ نسل کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کسی وسیع جگہ کا جمعہ کیلئے انتظام کرنا چاہیئے تاکہ تمام عورتیں بھی شامل ہوسکیں اور مرد بھی۔ اس مسجد میں عورتوں کے لئے جو جگہ ہے اس سے پندرہ بیس گُنا زیادہ جگہ صرف عورتوں کے لئے چاہیے اور مردوں کے لئے بھی موجودہ جگہ سے کم از کم دُگنی جگہ ہونی چاہیئے۔ پس آئندہ خطبہ جمعہ کا کسی کھلی جگہ انتظام کیا جائے کیونکہ بہت سے لوگ جمعہ سننے سے محروم رہتے ہیں اور یہ مناسب نہیں ہے۔'' (الفضل 30/ اکتوبر 1947ء)

1: الفاتحة:2

2، 3: آل عمران:111

4: آل عمران:93

5: البقرة:250

6: متی باب 10 آیت 9

7: متی باب 10 آیت 11 تا 14 (مفہومًا)